آہ! قافلہ علم وادب کے آخری حُدی خواں

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی جدائی

آج قلم ایک ایسی تاریخی اور عہد ساز شخصیت کی جدائی کا ماتم کر رہا ہے جو موجودہ علم و تحقیق کی دنیا کا سب سے قیمتی سرمایہ تھا۔ جس نے اپنی شبانہ روز محنت اور پُر از جہد مثالی زندگی سے علم اور قلم دونوں کی عظمت و توقیر بڑھا دی۔ اور جس نے عالم اسلام کی بانجھ گود کو اتنا کچھ دیا کہ وہ بہت سے میدانوں میں مستشرقین اور مغرب کے ہم پلہ ہو گیا۔ اور اس فرزند اسلام نے اسلام کی ایک ایسے نازک وقت اور دیارِ غیر' اور اسلام دشمن طاقتوں کی کمین گاہ (مغرب) میں رہ کر ایسی خدمات سرانجام دیں کہ جس نے صحابہ کرامؓ اور ہمارے اسلافؒ کے کارناموں کی یاد تازہ کر دی۔ اور جس نے اس گئے گزرے دور میں بھی علم و تحقیق کے میدانوں میں اتنی شاندار اور ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیئے جو نہ صرف عالم اسلام بلکہ موجودہ عہد کے لئے بھی باعثِ صد افتخار ہیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ حضرت ڈاکٹر علامہ محمد حمید اللہ مرحوم کی شخصیت اور کارنامے اگلے وقتوں کے اکابرینؒ اور مصنفینؒ کے ہم پلہ ہیں اور آپ اس سلسلة الذھب کی آخری کڑی تھے جن کے دَم خَم سے علم اور درسگاہ کی عظمت قائم و دائم تھی۔ حقیقت میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اکابرین امتؒ کے قافلہ کے آخری حدی خواں تھے اور ان اکابرینؒ سے جو کام باقی رہ گیا تھا حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے اس کی بھی تکمیل کر لی۔ آپ نے زندگی بھر تن تنہا اسلام اور مشرقی علوم وفنون کی وہ خدمات سرانجام دیں جو حقیقتاً نہ کہ محاورتاً یونیورسٹیوں' تحقیقی اداروں کے بس کا کام نہیں تھا۔ ڈاکٹر علامہ حمید اللہ مرحوم کی ہمہ جہت شخصیت اس ناکارہ طالب علم کے سامنے ہے اور سمجھ میں نہیں آ رہا کہ قارئین کے سامنے ان کے کس کس پہلو اور کس کس کارنامے کا ذکر کروں۔ ان کی مثال تو ایک سمندر کی سی ہے اور سمندر کی لہریں کوئی نہ گن سکتا اور نہ ہی اس کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔

ع　　سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ میرے محدود علم کے مطابق موجودہ وقت میں عالم اسلام کے واحد ایسی امتیازی شخصیت تھے جنہیں مشرق اور عالم اسلام کے علاوہ مغرب اور امریکہ بھی عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے' اور مغرب انکی باکمال شخصیت اور ناقابل فراموش کارناموں کا نہ صرف مداح تھا بلکہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ مغرب اور انکی تعلیمی و تحقیقی اداروں کیلئے قابل رشک بھی تھے۔ آپ ۱۹ فروری ۱۹۰۸ء کو حیدر آباد (دکن) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں پر حاصل کی اور جامعہ عثمانیہ سے ایم اے ایل ایل بی کیا۔ دوران تعلیم کبھی غیر حاضری نہ کی' صرف ایک دن تاخیر سے کلاس پہنچے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ والدہ کی تدفین کی وجہ سے آنے میں تاخیر ہوئی۔ اس قدر علم میں انہماک کی مثال سے ہماری ماضی قریب کی تاریخ قاصر ہے۔ ساری عمر تعلیم و تعلم اور خصوصاً عہد شباب کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس حصول علم اور مطالعہ' تحقیق و تصنیف میں گزارا۔ وہ ہمارے عہد کے حضرت قتادہؒ تھے جو کھانے پینے اور

انسانی فطرت کے حوائج طبعیہ وغیرہ کے اوقات کے ضائع ہونے پر بھی تاسف کیا کرتے تھے۔

اولیک آبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

آپ نے مشرق کے علمی میخانوں کو نچوڑنے کے بعد مغرب کے علمی و تحقیقی میکدوں کا رخ تشنگی کے ساتھ کیا اور وہاں سے مزید اپنی علمی پیاس بجھائی۔ آپ عہد شباب سے لے کر آخر تک یورپ میں اس شان سے زندگی گزار گئے کہ اس وسیع الظرف انسان کو مغربی علوم کی مے نہ تو اپنی جگہ سے لڑکھڑا سکی اور نہ ہی ان پر وہاں کی رنگین اور چکا چوند والی زندگی کوئی اپنا رنگ جما سکی۔ گو کہ اس سلسلے میں حضرت علامہ اقبالؒ کی مثال بھی ہمارے سامنے موجود ہے لیکن حضرت علامہ کے اسلامی افکار و عقائد تو آخر دم تک قائم و دائم رہے لیکن ان کی بود و باش' شکل و صورت اور دیگر کئی امور میں مغرب کی کوئی نہ کوئی جھلک پائی جاتی تھی لیکن حضرت ڈاکٹر علامہ حمید اللہ صاحبؒ تو یورپ میں رہ کر بھی (دنیا والوں کی نظر میں) ''کھٹ ملا'' رہے۔ آپ کے افکار و نظریات' شکل و صورت' عادات و اطوار' اور آپ میں عاجزی و انکساری اس حد تک تھی کہ آپ پر یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ صرف ایک گاؤں کے سادہ امام مسجد ہیں اور جدید علوم و فنون اور مغرب و یورپ اور مدرسہ' یونیورسٹی اور جدید عصر حاضر سے آپ بالکل بیگانے رہے ہیں۔ اسے کہتے ہیں کہ سمندر میں رہ کر بھی دامن کو تر دامنی سے بچایا جا سکتا ہے۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے ایم اے۔ ایل۔ بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس کے علاوہ جرمنی کی معروف بون یونیورسٹی سے اسلام کے بین الاقوامی قانون پر ڈی۔ فل کی ڈگری حاصل کی اور پھر پیرس کی سوربون یونیورسٹی سے عہد نبوی' اور خلافت راشدہ میں اسلامی سفارتکاری کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹر آف لٹریس کی سند حاصل کی۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد' جرمنی اور فرانس کی متعدد یونیورسیٹوں میں مستقل تدریسی خدمات بھی سرانجام دیں۔ اس کے علاوہ دنیا بھر کی اہم جامعات میں آپ لیکچرز بھی دیتے رہے۔ آپ کو عربی' اردو' انگلش' فرنچ' ترکی' فارسی' جرمن' اطالوی زبانوں پر نہ صرف کامل عبور حاصل تھا بلکہ ان تمام زبانوں میں آپ نے کئی ضخیم کتابیں بھی تصنیف کیں۔ اور کئی اہم اسلامی کتابوں کے تراجم بھی لکھے۔ آپ تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کا ایک بڑا علمی کارنامہ فرنچ زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔ جو تقریباً چھ لاکھ سے زائد کی تعداد میں اب تک شائع اور تقسیم ہو چکا ہے۔ اسی طرح آپ نے فرانسیسی زبان میں بھی سیرت نبویؐ پر دو جلدوں پر محیط عظیم تصنیف کی ہے اور اس کے نتیجہ میں ہزاروں فرانسیسیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام کو قبول کیا' جو آپ کی شخصیت کا ایک اور نمایاں پہلو اور کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت امام بخاریؒ کے مجموعہ احادیث ''الجامع الصحیح'' کا مکمل اعشاریہ بھی مرتب کیا' جو ایک بہت بڑی علمی خدمت ہے۔ آپ نے حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ مولانا ظفر احمد انصاریؒ وغیرہ کے ہمراہ پاکستان کے آئین کیلئے نہ صرف بنیادی مواد فراہم کیا بلکہ علماء کے بائیس نکات اور نظام تعلیم کے سلسلے میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں اور اس کے علاوہ آپ فرانس کے نیشنل سینٹر آف سائنٹفک ریسرچ سے بھی بیس سال تک وابستہ رہے اور وہاں پر بے شمار خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے دنیا کے معروف و مشہور

مختلف علمی جرائد اور رسائل میں بھی ایک ہزار سے زائد علمی و تحقیقی مقالات شائع کرائے۔ الحمدللہ یہ بات باعث افتخار ہے کہ ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنے اکثر مضامین ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک کو ارسال کئے۔ اور اس کا ایک بڑا حصہ الحق کی جلدوں میں محفوظ ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ ان کا بڑا گہرا تعلق رہا اور مختلف موضوعات پر آپ متعدد خطوط مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے نام ارسال کرتے رہے۔ (ان کا یہ قیمتی اثاثہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ آئندہ شمارے میں اسے شائع کیا جائیگا) حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے نام کارناموں اور انکے علمی مضامین سے تو بچپن ہی سے شناسائی تھی اور حضرت والد صاحب مدظلہ کیساتھ ان کا تعلق بھی بڑا گہرا تھا۔ یوں انہیں دیکھنے اور استفادہ کرنے کی تمنا ہمیشہ رہی پھر اتفاق سے 1996ء میں جب پیرس جانا ہوا تو دل میں ان سے ملاقات کی تمنا ہر ایک چیز پر زیادہ غالب تھی۔ لیکن تلاش بسیار کے باوجود بدقسمتی سے ان سے ملاقات نہ ہوسکی اور ابھی اگست 2002ء میں دوبارہ پیرس جانا ہوا تو پھر اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کرنی چاہی تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحبؒ کافی عرصے سے امریکہ (فلوریڈا) منتقل ہوگئے ہیں۔ سو ان سے نہ ملنے کی یہ حسرت بھی دل میں چبھ کر رہ گئی۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کافی عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۹۴ سال کی عمر میں ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء سوا گیارہ بجے دن کے امریکہ کی ریاست فلوریڈا میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الآیة)

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ان کی وفات پر نہ تو پاکستان میں اور نہ ہی عالم اسلام میں کسی قسم کی بڑی تعزیتی تقریب منعقد ہوئی اور نہ ہی الیکٹرانک میڈیا پر اس عظیم شخصیت کے بارے میں معلومات فراہم کی گئیں۔ اور نہ حکومت پاکستان نے اس پر کسی قسم کا اظہار تاسف کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان بے حسی اور ناقدری کے کون سے سمندر میں غرقاب ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے انتقال کے بعد حضرت ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ کی جدائی امت مسلمہ کیلئے یہ دوسرا بڑا عظیم سانحہ ہے اور اسکی کوئی بھی تلافی اب ممکن نظر نہیں آتی۔ چارسُو اندھیرا ہی اندھیرا ہے' یورپ اور امریکہ سے پورا عالم اسلام ہر میدان میں صدیوں پیچھے ہے صرف علم و تحقیق کی دنیا میں ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم ہی انکے ہمسر تھے اور امت کیلئے چراغ شب اور دلیل سحر تھے سو اب وہ بھی خموش ہے۔ غالباً اب وہ صف دست قدرت نے لپیٹ دی ہے جس پہ یہ قدسی صفات اکابرینؒ جلوہ افروز ہوا کرتے تھے۔ معلوم نہیں کہ وہ پاک اور باکمال خمیر جن سے ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ جیسے اکابرین امتؒ تیار ہوتے تھے۔ اب آئندہ کیلئے بچا بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر خوش قسمتی سے بچا بھی ہے تو اس وقت کے پیر مغاں کے سامنے اس گئے گزرے دور میں تشنگان علم و فضل کا ہجوم اب کہاں سے آئیگا ؟

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
اب نہ وہ مے کش رہے باقی نہ مے خانے رہے
رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے
آج ہے خاموش وہ دشت جنون پرور جہاں
رقص میں لیلیٰ رہی لیلیٰ کے دیوانے رہے

اقبالؒ